

OPEN ACCESS

ABHATH

(Research Journal of Islamic Studies)

Published by: Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.

ISSN (Print) : 2519-7932

ISSN (Online) : 2521-067X

July-September -2023

Vol: 8 Issue: 31

Email: abhaath@lgu.edu.pk

OJS: <https://ojs.lgu.edu.pk/index.php/abhath/index>

جمال الایمان فی تفسیر القرآن از مولانا ذاکر حسین سیالوی میں دیگر تفاسیر پر نقد و استدراک:

تجزیاتی مطالعہ

Criticism and rectification on other Quranic interpretations in Jamal ul Eman fi Tafsee al Quran by Maulana Zakir Husain sialvi (Analytical study)

Abdul Ghafoor

PhD researchscholar Quran & Tafseer department Allama Iqbal open university
Islamabad: abdulghafoor976@gmail.com

Muhammad Sajjad

Assosicate Professor Interfaith department Allama Iqbal open university
Islamabad: msajjadaiou@hotmail.com

ABSTRACT

Critique and rectification mean to analyze and study the intellectual conclusions drawn by a person and make necessary correction and amendments to it. There are many examples of critique and correction found in Quranic interpretative text. Every interpreter of the Holy Quran have criticized old and contemporary interpreters and brought their interpretative quotes under discussion. Maulana Zakir Husain sialvi wrote Tafseer Jamal ul Eman in Urdu in late 20 th century. He is an eminent scholar, represents a school of thought. He has critically evaluated translations of the Holy Quran and tafseeri works from other mufassreen. He criticized those who are not in line with his religious thoughts. He criticized many interpretations of the Holy Quran. In Tafseer Jamal ul Eman, he discussed the interpretations of the Holy Quran by his contemporary as well as old interpretations of the holy Quran and pointed out their mistakes and misunderstandings. In this article some of these examples are discussed, moreover merits and demerits of Maulana Zakir Husain sialvi, s critical and evaluations method have been addressed in this article. He has marked weak, correctionable aspects in interpretations.

Keywords: Nqad, Istadrak, Jam ul emn, Mufassreen, interpretations

موضوع کا تعارف:

نقد و استدراک کا مطلب کسی شخصیت کے علمی، تحقیقی اور فکری نتائج کا جائزہ لیتے ہوئے اس کا تحلیل و تجزیہ کرنا ہے اور اس فن سے متعلق اجتماعی فکر کے تناظر میں اصلاح و ترمیم ہے۔ تفسیری ادب میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔ ہر صاحب تفسیر اپنے سے پیشتر مفسرین سے اخذ و استفادہ کرتا ہے اور ان کے نتائج فکر پر نقد و استدراک کرتا ہے۔ استدراک عربی کا لفظ ہے۔ اس کا مادہ دَرک ہے۔ یہ باب استفعال سے ہے۔ اس کا مفہوم کسی غلطی کی اصلاح کرنا، کمی پورا کرنا اور ما قبل کے کسی قول میں شک و وہم کو دور کرنا ہے اور کسی شخص کے قول کی اصلاح کرنا ہے۔ المعجم الوسیط کے مؤلفین استدراک کا مفہوم واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”مافات تدارکہ والشیء بالشیء تدارکہ بہ وعلیہ القول أصلح خطأه أو أكمل نقصه أو أزال عنه لبسا“¹۔

نقد و استدراک کی تاریخ قدیم ہے۔ صحابہ کرام، تابعین اور سلف کے تفسیری ذخیرہ میں نقد و استدراک کی مثالیں موجود ہیں۔ علم تفسیر میں بھی مفسرین نے سابقہ مفسرین یا معاصر مفسرین کے اقوال پر نقد و استدراک کیا ہے۔ مفسرین نے ان کے تفسیری اقوال میں کمزور اور مرجوح اقوال کو واضح کیا ہے اور ان کے تفسیری اقوال میں تسامحات کی نشاندہی کی ہے۔ مولانا ذاکر حسین کی تفسیر ایک جامع تفسیر ہے۔ اس تفسیر میں لغوی، فقہی، کلامی اور مسلکی مباحث موجود ہیں۔ مولانا سیالوی نے تفسیر جمال الایمان فی تفسیر القرآن میں قرآن مجید کے دیگر تراجم اور تفاسیر پر خصوصی طور پر نقد کا اہتمام کیا۔ انہوں نے اپنے ذوق اور فکر کے مطابق دیگر تفاسیر پر نقد کیا۔ وہ ایک خاص مسلک سے وابستہ صاحب فکر شخصیت ہیں۔ مولانا سیالوی نے تفسیر جمال الایمان میں ان علما پر نقد کیا ہے جو ان کی فکر سے متفق نہیں ہیں۔ مولانا سیالوی اپنی فکر کی تائید کے لیے استشہاد اور استدلال کرتے ہیں۔ اس نقد و استدراک میں کچھ توفنی لحاظ سے ہے اور کچھ فکری لحاظ سے ہے۔ اس آرٹیکل میں مولانا ذاکر حسین کے مفسرین کی تفاسیر پر نقد و استدراک کو زیر بحث لایا جائے گا۔ اس آرٹیکل میں ان تفسیری لغزشوں، تسامحات اور غیر مناسب تاویلات کو زیر بحث لایا جائے گا جن کو مولانا ذاکر حسین نے تفسیر جمال الایمان میں ذکر کر کے ان پر نقد کیا اور ان کی اصلاح کی طرف توجہ مبذول کرائی۔ تفسیر جمال الایمان میں مفسرین کی تفاسیر پر کسی محقق نے کوئی تحقیقی کام نہیں کیا اس لیے اس کو تجزیہ کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔

¹ - ابراہیم مصطفیٰ، احمد زیات، المعجم الوسیط، مصر، مکتبۃ الشروق الدولیہ، ج ۱، ص ۲۸۱۔

مفسر کے احوال و آثار:

مولانا سید ذاکر حسین سیالوی ضلع جہلم میں دھرکھ میں ۱۹۳۴ء میں پیدا ہوئے۔ مولانا سیالوی کا تعلق سادات خاندان سے ہے جو اپنے علاقہ میں مشہور تھا۔ ان کا خاندان سیال شریف سے وابستہ تھا۔ انہوں نے فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا سید محمد ابراہیم شاہ سے حاصل کی، فقہ اور فارسی میں مولانا منور شاہ سے کسب فیض کیا۔ آپ نے مقامی علماء سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم سیال میں داخلہ لیا۔ انہوں نے مولانا خان محمد اور مولانا عطاء محمد بندیاوی سے مختلف علوم کی درسی کتب کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا ذاکر حسین درس نظامی کی تعلیم سے فراغت کے بعد خواجہ قمر الدین سیالوی سے بیعت ہوئے۔ انہوں نے درس نظامی کے ساتھ عصری تعلیم پر توجہ مبذول کی اور پنجاب یونیورسٹی لاہور سے اسلامیات، عربی، اردو، فارسی اور فلسفہ میں ایم اے کیا²۔ مولانا نے دینی مدارس کے علاوہ سرکاری سکول اور کالج میں بھی تدریس کی۔ انہوں نے تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا۔ وہ کئی کتب کے مصنف ہیں۔ انہوں نے جامعہ رضویہ راولپنڈی میں طویل عرصہ تدریس کی اور جامعہ الزہراء کے نام سے مصریال روڈ، راولپنڈی میں مستقل درس گاہ قائم کی۔ مولانا ذاکر حسین اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر، مدرسہ ایجوکیشن اور نصابی کمیٹی وزارت تعلیم حکومت پاکستان کے ممبر بھی رہے³۔ وہ ۲۰۱۸ء میں راولپنڈی میں فوت ہوئے۔

جمال الایمان فی تفسیر القرآن کا تعارف

تفسیر جمال الایمان فی تفسیر القرآن اردو میں آٹھ جلدوں میں جامعہ الزہراء، مصریال روڈ، راولپنڈی سے مفسر کی زندگی میں قسط وار ۲۰۰۵ء میں طبع ہوئی۔ یہ تفسیر درحقیقت مولانا ذاکر حسین سیالوی کے تفسیری دروس ہیں جن کو تحریری شکل میں مرتب کیا گیا۔ ان دروس پر مولانا سیالوی نے نظر ثانی بھی کی۔ مولانا ذاکر حسین کی تفسیر میں لغوی، فقہی، مسلکی اور کلامی رجحان پایا جاتا ہے۔ انہوں نے جمال الایمان فی تفسیر القرآن میں کچھ تفاسیر اور تراجم قرآن پر نقد کیا اور علماء، مترجمین اور مفسرین کے فہم قرآنی پر بھی بعض مقامات پر نقد کیا۔ اس میں انہوں نے اپنے موقف کو

² ذاکر حسین، ناموس رسالت ادیان کی نظر میں، راولپنڈی: جامعہ الزہراء مصریال روڈ، ۲۰۰۸ء ص ۴۔

Dhākir Hussain, Maūlānā, Nāmūs-e-Risālat' Adyān kī nazar mān, (Rawalpindi: Jāmia-tuz-Zahra' Misriāl Road, 2008) p 4.

³ ایضاً، ص ۶۔

واضح کیا اور دوسرے علماء کی رائے کو اختصار سے ذکر کر کے ان کے موقف کا تنقیدی جائزہ پیش کیا۔ مولانا سیالوی کسی اختلافی مسئلہ کی وجہ اختلاف اور اس کے مکمل تفصیلی سوالات، جوابات اور دلائل کو ایک مقام پر یک جا ذکر نہیں کرتے۔ انہوں نے ایک اختلافی مسئلہ پر کئی مواقع پر نقد کیا۔ ان کی تفسیر سے چند مقامات کا انتخاب کیا گیا ہے جہاں انہوں نے دیگر مفسرین کی تفسیری آراء پر نقد کیا۔

مثال نمبر ۱: مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر پر نقد:

مولانا ذاکر حسین سیالوی نے سورۃ البقرہ کی آیت ۶۲ کی تفسیر میں مولانا ابوالکلام آزاد کی طرف منسوب اس نظریہ کی تردید کی کہ نجات کے لیے ایمان باللہ اور آخرت پر ایمان کافی ہے۔ اس میں رسالت پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے۔ رسالت پر ایمان لائے بغیر بھی نجات ممکن ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد ہندوستان میں ہندو اور مسلم اقوام کی متحدہ قومیت کے علمبردار تھے۔ انہوں نے متحدہ قومیت کے نظریہ کو اس آیت سے ثابت کیا۔ مولانا سیالوی نے مولانا ابوالکلام کے آیت سے اس استدلال کو تحریف معنوی کی بدترین مثال قرار دیا۔ مولانا ذاکر حسین لکھتے ہیں:

”مولانا ابوالکلام آزاد نے بڑی عجیب بات کہی کہ قرآن پاک کہتا ہے کہ جو ایماندار ہو وہ، جو یہودی ہو وہ اور جو نصرانی ہو وہ ان میں سے جو اللہ کریم پر ایمان لائے اور آخرت پر ایمان لائے تو اسے اس کا لازم بدلہ ملے گا لہذا وہ کافر جو اسلام نہیں لائے اگر وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کو مان لیتے ہیں، فلاح و بہبود کے لیے کوئی سڑک پاپیل وغیرہ تعمیر کروادیتے ہیں تو یہ سیدھے جنت میں جائیں گے۔ اب اس نظریے کو سامنے رکھ کر انہوں نے پوری کانگریس کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ کہہ کر ابوالکلام آزاد نے کانگریس کو خوش کیا،“⁴

مولانا ذاکر حسین سیالوی نے تفسیر کے مقدمہ میں بھی ذکر کیا کہ مولانا ابوالکلام کے نظریہ کے مطابق ہندو بھی توحید اور آخرت کے قائل ہیں اور اس آیت کی روشنی میں نجات کے لیے ایمان باللہ اور بالآخرۃ ہی کافی ہے۔ اس میں ایمان بالرسول کا ذکر نہیں ہے۔ لہذا دیگر ادیان کے پیروکار ہندو وغیرہ بھی ناجی ہیں۔ اس طرح مولانا ابوالکلام نے ہندو اور مسلمان متحدہ قومیت کے لیے اس آیت سے استدلال کیا اور اس آیت سے غلط استدلال کیا⁵۔

⁴ - ذاکر حسین، جمال الایمان فی تفسیر القرآن، راولپنڈی: ضیاء العلوم پبلیکیشنز، ۲۰۰۵ء، ج ۲، ص ۱۵۰۔

Dhākir Ḥussain, Maūlānā, Jamāl-ul-’Imān fī Tafsīr-il-Qur’ān, (Rawalpindi: Zia’-ul-’Ulūm Publications, 2005) 2: 150.

⁵ - ایضاً، ج ۱، ص ۱۵۳

مولانا ذاکر حسین نے سورۃ البقرۃ کی ان آیات کا صحیح مفہوم پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہود کہتے ہیں کہ ہم جنت میں جائیں گے۔ نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم جنت میں جائیں گے۔ یہود و نصاریٰ پر منجانب اللہ یہ بات واضح کی گئی کہ تمہاری یہ بات درست نہیں ہے محض نام سے درست عقیدہ اور عمل سے کوئی بھی جنتی نہیں ہے⁶۔ وہ لکھتے ہیں:

”ان کے اس مسلمہ قاعدے کی قرآن پاک نے تردید کی ہے کہ یہ بات خیال سے نکال دو کہ یہودی جنت میں جائیں گے۔ یہودی ہونے کے ناتے تم جنت نہیں جاسکتے۔ تم نصرانی اور مجوسی ہونے کے ناتے تم جنت نہیں جاسکتے۔ مسلمانو! تمہارا بھی ان کی طرح غلط عقیدہ نہیں ہونا چاہیے کہ تم جیسی بھی بد عملیاں کرتے رہو تم سے خدا باز پرس نہیں کرے گا۔ یہ بات غلط ہے۔ سب ایک بات یاد رکھو کہ درست عقیدہ اور عمل ہی آپ کو جنت لے جائے گا۔ درست عقیدہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کا صحیح اقرار ہے“⁷۔

مولانا ذاکر حسین سیالوی کو مولانا ابوالکلام آزاد کی عبارت سے غلط فہمی ہوئی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا اس مقام پر ایمان بالرسالت کی نفی مقصود نہیں ہے۔ اس سے مولانا ابوالکلام کا مقصود یہ ہے کہ محض یہودی، عیسائی یا مسلمان نام رکھنے میں نجات نہیں ہے بلکہ نجات ایمان اور عمل میں ہے۔ ایمان اور عمل کی تعلیم تمام انبیاء نے پیش کی۔

مولانا ابوالکلام کے موقف کی توضیح ان کی تفسیر ”ام الکتاب“ کی روشنی میں

مولانا ابوالکلام آزاد نے سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں وحدت دین پر تفصیلی بحث کی۔ اس کا تعلق وحدت ادیان کے معاصر تصور سے قطعاً نہیں ہے۔ اس میں انہوں نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ نسل انسانی کی طرف مبعوث تمام انبیاء نے توحید باری تعالیٰ کی تعلیم دی۔ تمام انبیاء کی تعلیمات میں اصول دین مشترک تھے۔ فروع دین اور شرائع میں اختلاف تھا۔ ان انبیاء کے پیروکاروں نے خواہشات نفسانی کی بنا پر ان ادیان کی تعلیمات میں تحریف و تبدیلی کی⁸۔ اس بحث کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ کوئی یہودی، عیسائی اور ہندو خاتم الانبیاء کی رسالت و خاتمیت کا اقرار کیے بغیر نجات یافتہ متصور ہو گا۔ یہ مفہوم مولانا ابوالکلام آزاد نے کسی کتاب میں بیان نہیں کیا۔ بعض اہل علم نے

⁶ ذاکر حسین، جمال الایمان فی تفسیر القرآن، ج ۲، ص ۱۵۳

Dhākir Ḥussain, Maūlānā, Jamāl-ul-Īmān fī Tafsīr-il-Qur’ān, 2: 153

⁷ ایضاً

Ibid

⁸ آزاد، ابوالکلام، ام الکتاب، لاہور، عبداللہ اکیڈمی، ص ۲۰۹-۲۲۸۔

Āzād, Abul Kālām, Umm-ul-Kitāb, (Lahore, Abdullah Academy) pp209-228

مولانا آزاد کی تحریرات اور تعبیرات میں سے غلط فہمی کی بنا پر ان کی طرف یہ منسوب کر دیا کہ وہ وحدتِ ادیان کے قائل تھے۔ مولانا ابوالکلام نے سورت فاتحہ کی تفسیر میں وحدتِ دین کی بحث کو تفصیل سے واضح کیا۔ وحدتِ ادیان کی بحث اس میں قطعاً موجود نہیں ہے۔ انہوں نے وحدتِ دین کی بحث کی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

”دین سے مقصود تو اللہ پرستی اور نیک عمل کی راہ تھی وہ کسی خاص حلقہ بندی کا نام نہیں تھا کوئی انسان ہو، کسی نسل اور قوم سے ہو، کسی نام سے پکارا جاتا ہو لیکن اگر خدا پر سچا ایمان رکھتا ہے اور اس کے اعمال بھی نیک ہیں تو دینِ الہی پر چلنے والا ہے اور اس کے لیے نجات ہے لیکن یہودیوں اور عیسائیوں نے ایک خاص قسم کی نسلی اور جماعتی گروہ بندی کا قانون بنا دیا“⁹۔

مولانا ابوالکلام یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اصل دین ایک خدا کی پرستش اور نیک عملی کی زندگی ہے۔ بعض اہل علم کو مولانا ابوالکلام کی سورت فاتحہ کی تفسیر سے غلط فہمی ہوئی کہ وہ ایمان بالرسالت کو لازمی نہیں سمجھتے۔ مولانا غلام رسول مہر نے مولانا آزاد کو ایک خط لکھا اور وضاحت کی درخواست کی۔ مولانا آزاد نے اسی اشتباہ کے زائل کرنے کے لیے مکتوب کا جواب تحریر کیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد اس خط کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”کیا ہم ان آیات سے اور ان کی ہم معنی آیات سے یہ استنباط کر سکتے ہیں کہ قرآن کے نزدیک ایمان بالرسول ضروری نہیں ہے یقیناً نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اسی قرآن نے بے شمار مقامات پر بتا دیا ہے کہ ایمان باللہ کی تفصیل کیا ہے اور نہ صرف ایمان بالرسول بلکہ ایمان بالکتاب و بالملائکۃ و بالیوم الآخر اس میں داخل ہے۔ آپ نے تفسیر فاتحہ کا حوالہ دیا ہے۔ میں نے اس پر اسرہ نواس پر نظر ڈالی ہے لیکن کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جو اس اشتباہ کا موجب بنے“¹⁰۔

اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ مولانا ابوالکلام کا وہ مقصود قطعاً نہیں ہے جو بعض اہل علم نے ان کی طرف منسوب کیا۔ مولانا یوسف بنوری نے بھی یتیمہ البیان میں وحدتِ ادیان کی نسبت مولانا آزاد کی طرف کی۔ وہ لکھتے ہیں:

⁹ - آزاد، ابوالکلام، ام الكتاب، ص ۲۲۷۔

Āzād, Abul Kālām, Umm-ul-Kitāb, p227

¹⁰ - محمد اکرام، شیخ، موج کوثر، لاہور، فیروز سنز، طبع ۱۹۶۳ء، ص ۲۷۵۔

Muhammad' Ikrām, Shaikh, Maūj-e-Kauther, Lahore, Feroz Sons, 5th Published, 1963, p275

”ان كل دين من الاديان في العلم سواء كان دين النصرانية او اليهودية او الصابية لو دان به الرجل في صورته التي اتى بها شارع ذلك الدين كفى لنجاته يوم القيامة“¹¹۔

مولانا ابوالکلام نے سورت فاتحہ کی تفسیر میں رسالت کے عقیدہ کا صراحت سے ذکر نہیں کیا۔ اس سے غلط فہمی پیدا ہوئی۔ اگر مولانا ابوالکلام اس مقام پر ایمان کی بحث میں رسالت کے عقیدہ کا صراحت سے ذکر کر دیتے تو یہ غلط فہمی پیدا نہ ہوتی۔ مولانا آزاد کا یہ مقصود قطعاً نہیں ہے جو ان کے معاصرین نے غلط فہمی سے ان کی طرف منسوب کر دیا۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ نجات رسمی طور پر یہودی اور نصاریٰ کہلوانے میں نہیں ہے بلکہ ایمان اور عمل صالح میں ہے۔ بعض اہل علم نے مولانا ابوالکلام کی طرف اس غلط انتساب کی تردید بھی کی ہے۔ معاصر اہل علم میں سے ڈاکٹر ضیاء الدین انصاری نے بھی مولانا ابوالکلام کی طرف وحدت ادیان کے قول کے انتساب کی نفی کی ہے۔

ڈاکٹر ضیاء الدین انصاری لکھتے ہیں:

”وحدت، دین کا تصور ایک اعتقادی معاملہ تھا اس لیے لوگوں نے اس کا سختی سے نوٹس لیا اور اس سلسلہ میں مولانا کے نظریات کو ہدف تنقید بنایا اور ان پر مختلف النوع اعتراضات کیے لیکن ان تمام تحریروں کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں صداقت کا فقدان اور تحقیق کی کمی ہے، نیز یہ کہ دلائل و براہین سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ صرف غیر ضروری جوش اور جذبات کی کار فرمائی ہے۔ اور اگر مولانا کی پوری بحث کو سنجیدگی سے پڑھا جائے اور غیر جانبدارانہ انداز میں اس پر غور و فکر کیا جائے تو محسوس ہو گا کہ مولانا جو بات قاری پر واضح کرنا چاہ رہے ہیں، اس کا کوئی جزو بھی خلاف عقیدہ نہیں ہے بلکہ وہ پوری بحث جذبہ اسلامی سے سرشار ہو کر کی گئی ہے“¹²۔

¹¹۔ بنوری، محمد یوسف، یتیمۃ البیان لمشکلات القرآن، مشمولہ، مشکلات القرآن علامہ انور شاہ کشمیری، ملتان: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ط ۱۴۳۷ھ، ص ۳۵۔

Banaūrī, Muḥammad Yūsuf, Yaṭīmiyyah-tul-Bayān li-mushkilā-tul-Qur’ān, Mahmūlah mushkilā-tul-Qur’ān, Allamah, Anwar Shah Kashmīrī, (Multan: Id ā rah talīfāt-e-’Ashrafīyyah, 1437) p.35.

¹²۔ انصاری، ضیاء الدین، مولانا ابوالکلام آزاد کا تصور وحدت دین اور اس کا ماخذ، مشمولہ مولانا آزاد کی قرآنی خدمات، لاہور: مکتبہ جمال اردو بازار، ط ۲۰۰۹ء، ص ۱۶۸۔

Anṣārī, Zia’-ud-Dīn, Maūlānā ‘Abul Kalām Āzād kā Taṣawwar-e-waḥdat-e-dīn aūr iskā makhadh, mashmūlah Maūlānā Āzād kī Qur’ānī Khidmāt (Lahore: Maktaba Jamāl Urdu Bazar, 2009) p.168.

اس سے معلوم ہوا کہ بعض علماء نے مولانا ابوالکلام آزاد کی بعض تعبیرات سے غلط فہمی سے ان کی طرف وحدتِ ادیان کے نظریہ کو منسوب کر دیا اور انہوں نے وحدتِ دین کی بحث کو وحدتِ ادیان کی بحث بنا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قول کی نسبت مولانا ابوالکلام کی طرف درست نہیں ہے۔ مولانا ابوالکلام نے صریح طور پر کسی مقام پر ایمان بالرسالت کی نفی ذکر نہیں کی۔ مولانا ذاکر حسین سیالوی نے بھی مولانا آزاد پر اسی مسئلہ میں شدید اختلاف کا اظہار کیا اور ان کو تحریفِ قرآن کا مرتکب قرار دیا۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مولانا سیالوی نے گہرائی سے مولانا آزاد کے افکار و نظریات اور تفسیر کا مطالعہ نہیں کیا ورنہ وہ ایک غلط تاویل کو ان کی طرف منسوب نہ کرتے۔ جن علماء نے ابو الکلام آزاد کے نظریہ وحدتِ ادیان پر نقد کیا وہ درست نہیں ہے کیونکہ مولانا ابوالکلام کا مقصود وحدتِ ادیان نہیں ہے۔ مولانا سیالوی کا مولانا آزاد کی عبارات پر نقد و استدراک درست نہیں ہے اور مولانا ذاکر حسین اپنے نقد میں خطا پر ہیں۔

مثال نمبر ۲: مولانا ذاکر حسین سیالوی کا منکرین معجزات پر نقد:

مولانا ذاکر حسین نے سورۃ البقرۃ کی درج ذیل آیت ۶۳ کی تفسیر میں معجزات پر مختصر روشنی ڈالی اور معجزات کے منکرین اور ان کی رکیک تاویلات کرنے والے مفسرین پر نقد کیا۔ ارشادِ بانی ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾¹³

اور یاد کرو جب ہم نے تم سے پختہ وعدہ لیا اور تمہارے سروں پر کوہِ طور کو بلند کر دیا (ترجمہ قرآن مولانا ذاکر حسین)

مولانا ذاکر حسین سیالوی نے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں بعض لوگوں کے قول کا ذکر کیا گیا ہے جو طور پہاڑ کو زمین سے اٹھا کر بنی اسرائیل پر فضا میں معلق کرنے کے واقعہ کو بعید از عقل سمجھتے ہیں۔ مولانا ذاکر حسین سیالوی لکھتے ہیں:

”جن مفسرین نے خواہ مخواہ سینہ زوری کر کے یہ بات کہی کہ وہ پہاڑ کے دامن میں بیٹھے ہوئے تھے اور انہیں معلوم ہو رہا تھا کہ پہاڑ اوپر گر رہا تھا۔ طور پہاڑ کا ان پر اوپر اٹھنا مراد نہیں۔ قرآن مجید کے الفاظ اس معنی کے متحمل

¹³ - سورۃ البقرۃ، ۲: ۶۳

نہیں ہیں۔ تکوینی نظام فطرت کے مطابق چل رہا ہے اس تکوینی نظام کو اپنے قاعدے سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ تبدیل بھی کر سکتے ہیں۔ کسی چیز کو مادی اسباب کے بغیر خلاف فطرت کرنا ہی معجزہ ہے“¹⁴۔

اس سے معلوم ہوا کہ مولانا ذاکر حسین طور کو بنی اسرائیل پر اٹھانے کے قائل ہیں اور وہ ان لوگوں کی اس تاویل کو تحریف سے تعبیر کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ طور کو بنی اسرائیل سے احکام خداوندی کے اقرار کے لیے ان کے سر پر نہیں اٹھایا گیا تھا۔ مولانا ذاکر حسین سیالوی لکھتے ہیں:

”جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ پہاڑ کے دامن میں تھے اور پہاڑ ان کے اوپر گر رہا تھا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کریم کی لغت اور اللہ کریم کی ڈکشنری میں ایسے الفاظ نہیں تھے جو اس مفہوم کو بیان کر سکتے۔ اگر اللہ چاہتا تو اسی انداز سے مفہوم بیان ہو سکتا تھا تو ان لفظوں کو چھوڑ کے ان یہ واضح لفظ استعمال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عقلی گھوڑے وہاں دوڑائے جائیں جہاں ایسے الفاظ موجود نہ ہوں“¹⁵۔

طور کے بنی اسرائیل پر اٹھانے کا ذکر سورت اعراف کی آیت نمبر ۱۷ میں موجود ہے۔ ملاحظہ کیجیے۔ ارشادِ باری ہے۔

﴿وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ خَلَدُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾¹⁶۔

ہم پہاڑ اکھاڑ کر ان پر لے آئے ایسا دکھائی دیتا تھا کہ یہ سائبان ہے وہ خیال کرنے لگے کہ یہ ضرور ان پر گر پڑے گا (ترجمہ ذاکر حسین)

سورت اعراف کی درج بالا آیت کے ترجمہ کے لیے دوسرے اردو تراجم قرآن کو ملاحظہ فرمائیں۔ جس وقت اٹھایا ہم نے پہاڑ ان کے اوپر مثل سائبان کے اور وہ ڈرے کہ وہ ان پر گرے گا¹⁷۔ (ترجمہ شیخ الہند) تفسیری حاشیہ میں مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ”پہاڑ اٹھا کر ان کے سروں پر لٹکا دیا“¹⁸

¹⁴ ذاکر حسین، جمال الایمان فی تفسیر القرآن، ج ۲، ص ۱۵۷۔

Dhākir Ḥussain, Jamāl-ul-ʿImān fī Tafsīr-il-Qurʿān, 2: 157

¹⁵ - ایضاً

Ibid

¹⁶ سورة اعراف، ۷: ۱۷۱

Al Qurʿān 7: 171

¹⁷ - شیخ الہند، ترجمہ قرآن، ص ۳۰۰۔

Shaykh-ul-Hind, Maḥmūd-ul-Ḥasan, Maulana, Tarjuma-e-Qurʿān, p 300

ہم نے ان کے اوپر پہاڑ کو زلزلہ میں ڈالا تھا گویا ایک سائبان ہے (جو بل رہا ہے) اور وہ (دہشت کی شدت میں) سمجھتے تھے کہ بس ان کے سروں پر آگرا¹⁹ (ترجمہ مولانا ابوالکلام آزاد)۔

جب ہم نے ان کے سروں پر پہاڑ اٹھا کر کھڑا کیا گویا وہ سائبان تھا اور انہوں نے خیال کیا کہ وہ ان پر گرتا ہے²⁰ (ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری)

طور کو تمہارے (سروں کے) اوپر لاکھڑا کیا²¹ (ترجمہ مولانا شرف علی تھانوی)۔

مفتی محمد شفیع نے تفسیر معارف القرآن میں واضح کیا کہ پہاڑ کو ان پر معلق کیا گیا²²۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے سوا تمام اردو مترجمین نے ان آیات میں رفعا اور تتقنا کا ترجمہ ان کے سر پر اٹھانے کے کیا ہے۔

برصغیر میں سرسید احمد خان اور غلام احمد پرویز نے معجزات سے متعلقہ آیات میں کمزور تاویلات کی ہیں اور

ان واقعات کو انہوں نے خلاف فطرت قرار دینے کے بجائے عام واقعات قرار دیا۔ سرسید احمد خان نے رفع کے معنی میں تاویل کی اور اس کا معروف معنی اٹھانا مراد نہیں لیا۔ سرسید احمد خان لکھتے ہیں:

”رفع کے معنی اونچا کرنے کے ہیں مگر اس لفظ سے یہ بات کہ جو چیز اونچی کی گئی ہے وہ زمین سے بھی معلق

کی گئی ہو لازم نہیں آتی۔ دیوار اونچا کرنے کو بھی رفعا کہتے ہیں حالانکہ وہ زمین سے معلق نہیں ہوتی۔ فوق کے لفظ کو بھی

اس شی سے معلق ہونا لازم نہیں ہے۔ نَتَّقُ کا لفظ البتہ بحث طلب ہے جس کے معنی مفسرین نے مذہبی عجائبات بنانے

کو قلع (اکھینا) کے بھی لیے ہیں جس کو زمین سے یا جگہ سے علیحدہ کرنا لازم ہے۔“ سرسید احمد خان کا موقف یہ ہے کہ

نتق کے معنی قلع کے علاوہ زرع یعنی ہلانے کے بھی آتے ہیں۔ سرسید لکھتے ہیں:

18۔ عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، ص ۳۰۰۔

Uthmānī, Shabbīr Aḥmad, Tafsīr-e-‘Uthmānī, P 304

19۔ ابوالکلام، آزاد، ج ۲، ص ۴۲۔

Āzād, Abul Kālām, Tarjaman ul Quran, 2:42

20۔ جالندھری، فتح محمد، مولانا، ترجمہ قرآن، ص ۱۰۵۔

Jālandharī, Fateḥ Muḥammad, Maūlāna, Nūr Hidāyat, p105.

21۔ محمد شفیع، معارف القرآن، ج ۱، ص ۲۶۳۔

Muḥammad Shafī‘, Ma‘ārif-ul-Qur‘ān, 1:263

22۔ ایضاً

”قاموس میں اس کے معنی ہلا دینے کے بھی لکھے ہیں۔۔۔ پس صاف طور پر تَنَفَّنَا کے معنی ہلا دینے کے ہیں“²³۔
 سرسید احمد خان نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ پہاڑ کو ان کے سروں پر نہیں اٹھایا گیا اور یہ کوئی معجزہ نہیں تھا۔ سرسید کی اس تحقیق کی تائید آیت میں موجود الفاظ سے نہیں ہوتی۔ فوق، رفع اور تنق کے تمام الفاظ کا لغوی معانی ان کے موقف کی تائید نہیں کرتے۔ تنقنا کا معنی اکھیر کر اوپر لانا ہے۔ یہ تو خود نص قرآنی وَاِذْ تَنَقَّنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ میں موجود ہے۔ مفسرین نے اس سے اوپر اٹھانا سمجھا ہے۔

سرسید احمد خان نے رفع کے معنی اٹھانا کا محض لغوی معانی کی بنیاد پر انکار کیا حالانکہ سورت اعراف کی میں تنق کا واضح لفظ موجود ہے جس کا معنی اکھیرنا ہے۔ اس مقام پر رفع کا معنی ہلانا متعین کرنا درست نہیں ہے کیونکہ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ کے الفاظ ہلانے کے معنی کی تائید نہیں کرتے۔ مولانا ذاکر حسین نے نقد میں جمہور کے موقف کو پیش کیا کہ پہاڑ کو حسی طور پر ان کے سروں پر اٹھا کر معلق کیا گیا اور اس کے صریح معنی اٹھانے کے بجائے کوئی اور مفہوم لینا قرآنی مفہوم میں تحریف ہے۔ معجزات کے منکرین ان واقعات کو فطرت کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ یہ واقعات عام قانون کے خلاف وقوع پذیر ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کو عام دنیا کے قانون سبب و مسبب سے مختلف انداز میں ظاہر کرنے پر قادر ہے۔ معجزہ خلاف عادت ہوتا ہے اور اس کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہوتا ہے وہ ظاہری طور پر ایک نبی کی تائید کے لیے اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ اس مقام پر نقد اور استدراک میں مولانا ذاکر حسین صائب ہیں۔ اس میں دیگر مفسرین کے تراجم اور تفاسیر ان کے مؤید ہیں۔

مثال نمبر ۳: سورت اعراف میں امام جلال الدین سیوطی کی تفسیری توجیہ پر نقد و استدراک

مولانا ذاکر حسین نے سورت اعراف کی آیت ۱۸۹ کی تفسیر میں امام جلال الدین سیوطی کی تفسیری روایت پر نقد کیا۔ امام جلال الدین سیوطی اور دیگر مفسرین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اس آیت میں بیان کردہ واقعہ حضرت آدم اور حضرت حوا کا ہے۔ مولانا سیالوی نے اس روایت کو عصمتِ انبیاء سے مخالف ہونے کی وجہ سے ناقابل استدلال قرار دیا۔ ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيًّا فَمَرَّتْ بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَا اللَّهَ رَبُّهُمَا لَعْنٌ آتَيْنَا صَالِحًا لَنُكَوِّنَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾²⁴

²³۔ سرسید، تفسیر القرآن وھو الھدی والفرقان، لاھور: سرسید ریسرچ اکیڈمی، ۲۰۱۰ء، ج ۱، ص ۹۷

Sir Syed, Tafsīr-ul-Qur'ān Wa Huwal-Hudā wal Furqān (Lahore: Sir Syed Research Academy, 2010) 1:97.

Al Qur'an 7:189

²⁴۔ سورة الاعراف، ۷: ۱۸۹

مولانا ذاکر حسین نے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ سیوطی کے موقف کی تردید کی۔ مولانا ذاکر حسین لکھتے ہیں:

”تفسیر جلالین میں جلال الدین سیوطی نے اس سے مراد حضرت آدم اور حضرت حوا مراد لیے ہیں۔ یہ بات ان کے ذہن میں نہیں آئی کہ آدم اللہ کے نبی ہیں اور اللہ کا نبی معصوم ہوتا ہے وہ ایسی بات بھلا کہہ سکتا ہے کہ کوئی اور بھی اس تخلیق میں شریک ہے جو بچہ ماں کے پیٹ میں ہے۔ سیوطی نے اس کی غلط تفسیر کی۔ یہ ان کی قلمی لغزش ہے“²⁵۔

مولانا ذاکر حسین سیالوی نے علامہ جلال الدین سیوطی کی تفسیر پر نقد کیا ہے جو علامہ سیوطی نے اس آیت کی تفسیر میں تفسیر جلالین میں ذکر کی ہے۔ مفسرین نے یہ تفسیر ایک روایت کی روشنی میں بیان کی ہے۔ یہ روایت مسند احمد اور سنن ترمذی میں موجود ہے۔ حضرت سمرہؓ نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی۔ روایت ملاحظہ کیجیے۔

حسن بصریؒ نے حضرت سمرہؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ حضرت حوا جب حاملہ ہوتی تھیں تو ان کا بیٹا پیدا ہونے پر زندہ نہ رہتا تو شیطان ان کے پاس آیا اور انہیں کہا کہ جب بچہ پیدا ہو تو ان کا نام عبدالحارث رکھنا²⁶۔

یہ واقعہ حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے۔ امام ابن کثیر کی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اہل کتاب سے نقل کیا۔ امام ابن کثیر لکھتے ہیں: مجاہد نے حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کیا اور انہوں نے حضرت ابی بن کعبؓ سے نقل کیا کہ جب حضرت حوا حاملہ ہوئیں تو شیطان ان کے پاس آیا اور انہیں کہا کہ کیا تم میری بات مان لوگی اور تمہارا بیٹا صحیح سلامت رہے گا؟ اس کا نام عبدالحارث رکھنا²⁷۔ ابن کثیر نے اس کو اسرائیلیات کی دوسری قسم میں سے قرار دیا ہے کہ جس میں اسرائیلی روایات کا جھوٹا ہونا کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ اس روایت سے عصمتِ انبیاء مجروح ہو رہی ہے کیونکہ اس عمل کی وجہ سے ان کی طرف شرک کی نسبت کی گئی ہے۔ انبیاء معصوم ہیں۔ ان سے شرک کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت حسن بصریؒ کی تفسیر کو

²⁵ ذاکر حسین، جمال الایمان فی تفسیر القرآن، ج ۴، ص ۲۰۳۔

Dhākir Hussain, Jāmāl-ul-’Īmān fi Tafsīr-il-Qur’ān, 4:203

²⁶ احمد بن حنبل، المسند، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، ج ۳۳، ص ۳۰۵، رقم، ۲۰۱۱۔

Ibn-e-Hanbal, Ahmad, al-Musnad (Bairūt: M’usasatur-Risālah, 1999) 33:305, No. 20117.

²⁷ ابن کثیر، محمد بن اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم، دار طیبہ للنشر والتوزیع، ط دوم، ۱۹۹۹ء، ج ۳، ص ۵۲۔

Ibn-e-Kathīr, Muḥammad bin ’Ismā’īl, Tafsīr-ul-Qur’ān-il-Azīm (Dār-e-Tayyibah-lin-Nashr-wal-Tauzi, 2nd, 1999) 3:527.

ترجیح دی۔ حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا کے اپنی اولاد کا نام عبدالمحارث رکھنے کی روایت کو اسرائیلیات کی وجہ سے ترک کیا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں:

”اور ہم اس میں حضرت حسن بصریؒ کی رائے کو اختیار کرتے ہیں۔ درست بات کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس سے مراد حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا نہیں ہیں۔ اس سے مراد حضرت آدمؑ کی مشرک اولاد مراد ہے اور آیت کی یہ تفسیر تمام تفسیروں سے بہتر ہے اور اگر حضرت حسن بصریؒ کے نزدیک حضرت سمرةؓ کی نبی اکرم ﷺ سے حضرت حوّا کے حاملہ ہونے کے وقت شیطان کے ان کے پاس آکر ان کو عبدالمحارث نام رکھنے والی روایت درست ہوتی تو وہ اس روایت کے ہوتے ہوئے اس سے اعراض نہ کرتے اور کوئی اور روایت نہ بیان کرتے“²⁸۔

حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو معلول قرار دیا۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ روایت مرفوع اور موقوف مروی ہے۔ موقوف میں یہ حضرت سمرةؓ کا قول ہے اور جو روایت حضرت حسن بصریؒ سے اس کی تفسیر میں موجود ہے اس کے برعکس بھی منقول ہے۔ اگر دونوں روایات حضرت حسن سے منقول ہیں تو پھر ان میں تعارض کیوں ہے؟ امام ابن جریر طبری نے تفسیر جامع البیان میں حضرت حسن بصریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس آیت میں حضرت آدمؑ کی اولاد کا ذکر ہے۔ لکھتے ہیں: ”قال الحسن عني بها ذرية آدم ومن أشرك منهم بعده“²⁹۔

اس کی تائید علامہ شبیر احمد عثمانی کے تفسیری حاشیہ سے بھی ہوتی ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی تحریر کرتے ہیں:

”حضرت حسن بصریؒ کی رائے یہ ہے کہ ان آیات میں حضرت آدمؑ کی اولاد کے طرز عمل کو بیان کیا گیا ہے۔ آیت نمبر ۱۸۹ کے آغاز میں حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا کا ذکر صرف تمہید کے طور پر ہے اور آیت کے آخری حصے اور مابعد کی آیت ۱۹۰ میں عام انسانوں کے طرز عمل کا ذکر ہے“³⁰۔

اس تاویل سے عصمت انبیاء پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اگر آیت کا درج بالا شان نزول درست تسلیم کیا جائے کہ اس میں حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا ہی ذکر ہے تو پھر بھی یہ حقیقت میں شرک نہیں ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

²⁸ - ابن کثیر، محمد بن اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم، ج ۳، ص ۵۲۔

Ibn-e-Kathīr, Muḥammad bin 'Ismā'īl, Tafsīr-ul-Qur'ān-il-Azīm, 3:527.

²⁹ - طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، طبع اول، ۲۰۰۰ء، ج ۱۳، ص ۳۱۲۔

Ṭibrī, Abū Ja'far Muḥammad bin Jarīr (Bairūt: M'usasatur-Risālah, 1st.2000) 13:312.

³⁰ - عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، ص ۳۰۴۔ رازی، محمد بن عمر، تفسیر مفتاح الغیب: بیروت، دار احیاء التراث العربی، ج ۱، ص ۲۱۰۔

Uthmānī, Shabbīr 'Aḥmad, Tafsīr-e-'Uthmānī, P 304,

Razi, Tafsīr Mafātīḥ-ul-Ghaīb: ((Bairūt, Dār 'Ahyā' -ut-Turāth al-'Arabī), 1:2104.

”پس اگر عبدالحارث نام رکھنے کا واقعہ صحیح ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آدم نے معاذ اللہ حقیقتہً شرک کا ارتکاب کیا جو انبیاء کی شانِ عصمت کے منافی ہے۔ بچہ کا ایسا غیر موزوں نام رکھنا جس سے شرک کی بو آتی ہو نبی معصوم کی شانِ رفیع اور جذبہ توحید کے مناسب نہ تھا۔ اگر ان آیات کو حضرت آدم اور حضرت حوا کے متعلق قرار دیا جائے تو یہ حسنات الابراہ سیات المقربین کے قبیل سے ہوگا۔ انبیاء کی چھوٹی سی لغزش اور ادنیٰ ترین زلت کو حسنات الابراہ سیات المقربین کے قاعدہ کے مطابق سخت الفاظ سے تعبیر کیا گیا،“³¹

درج بالا تاویل ان مفسرین نے کی ہے جو اس اسرائیلی واقعہ کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ جمہور محدثین اور مفسرین نے اس شانِ نزول کو اسرائیلیات میں سے ہونے کی وجہ سے غیر صحیح قرار دیا۔ اس واقعہ کو حضرت آدم اور حضرت حوا سے متعلق قرار دینے سے عصمت انبیاء مجروح ہوتی ہے۔ اس لیے جمہور مفسرین نے اس روایت پر نقد کیا۔

اس آیت کی تفسیر پر مولانا ذاکر حسین کا نقد و استدراک صائب ہے

مثال نمبر ۴: جمال الایمان میں تفسیر تفہیم القرآن پر نقد:

مولانا ذاکر حسین سیالوی نے تفسیر میں بعض مقامات پر اسرائیلیات پر نقد بھی کیا۔ مولانا ذاکر حسین سورت

ص کی تفسیر میں ایک اسرائیلی روایت کو نقل کرنے کے بعد اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہودی روایات میں یہاں ایک بڑی عجیب بات آتی ہے کہ جناب داؤدؑ کی ننانوے بیویاں تھیں اور جس نے کیس پیش کیا تھا اس کی ایک بیوی تھی۔ آپ اس سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ اس کے خاوند کو آپ نے یہ بات کہی تھی کہ تو اس کو طلاق دے اور مجھے اس سے نکاح کر لینے دے۔ اس نے جب انکار کیا تو آپ نے اپنے جرنیل سے کہا کہ فلاں مقام پر جو جنگ ہو رہی ہے اسے ایسے مقام پر بھیج دیا جائے کہ یہ وہاں قتل ہو جائے تو ایسا ہی کیا گیا اور وہ قتل ہوا اور پھر اس کی بیوی سے جناب داؤدؑ نے شادی کی۔ حضرت داؤدؑ نے اپنے ایک جرنیل اور یا کی بیوی سے شادی کرنے کے لیے اس کے خاوند کو جنگ میں بھیجا۔ اس کی بیوی سے شادی سے پہلے اس عورت سے بدکاری کی اور اس سے سلیمانؑ پیدا ہوئے،“³²

اس روایت کو مولانا ذاکر حسین نے اسرائیلیات میں سے ہونے کی وجہ سے غیر صحیح قرار دیا۔ وہ لکھتے ہیں:

³¹۔ عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، ص ۳۰۴۔ رازی، محمد بن عمر، تفسیر مفاتیح الغیب: بیروت، دار احیاء التراث العربی، ج ۱، ص ۲۱۰۴۔

Uthmānī, Shabbīr 'Aḥmad, Tafsīr-e-'Uthmānī, P 304,

Rāzī, Tafsīr Mafātīḥ-ul-Ghaīb: ((Bairūt, Dār 'Aḥyā' -ut-Turāth al-'Arabī), 1:2104.

³²۔ ذاکر حسین، جمال الایمان فی تفسیر القرآن، ج ۷، ص ۲۱۸۔

Dhākir Ḥussain, Jāmāl-ul-Īmān fī Tafsīr-il-Qur'ān, 7:218

”ہمارے مفسرین میں سے اکثریت ان لوگوں کی ہے جو یہودیت یا عیسائیت سے مسلمان ہوئے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ باتیں مسلمہ تھیں تو انہوں نے ان کو قرآن کی تفسیر میں بھر دیا،“³³۔

اس نقد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا سیالوی اس روایت کو اسرائیلیات میں سے ہونے اور اس سے عصمتِ انبیاء کے مجروح ہونے کی بنا پر صحیح تسلیم نہیں کرتے۔

مولانا ڈاکٹر حسین سیالوی کا تفسیر صاحبِ تفہیم القرآن کے دلائل پر نقد و استدراک:

مولانا ڈاکٹر حسین نے مولانا مودودی کے موقف سے اختلاف کیا کہ حضرت داؤدؑ نے اس عورت کے خاوند کو طلاق دینے کے لیے کہا۔ انہوں نے اس روایت کو درایتی لحاظ سے غیر صحیح قرار دیا۔

مولانا مودودی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ نے اپنے جرنیل اور یا کی کی بیوی سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے اس کو اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لیے کہا۔ یہ بات اس معاشرے میں اتنی زیادہ معیوب نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ حضرت سلیمانؑ کو اور یا کی کی بیوی سے شادی کے ارادہ پر تنبیہ فرمائی۔

مولانا مودودی تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں: ”اصل واقعہ جو قرآن مجید کے مذکورہ بالا بیان سے صاف سمجھ میں آتا ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ نے اور یاہ (یا جو کچھ بھی اس کا نام رہا ہو) سے محض یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور چونکہ یہ خواہش ایک عام آدمی کی طرف سے نہیں بلکہ ایک جلیل القدر فرمانروا اور ایک زبردست دینی عظمت رکھنے والے شخصیت کی طرف سے رعایا کے ایک فرد کے سامنے ظاہر کی گئی تھی، اس لیے وہ کسی ظاہری جبر کے بغیر بھی اپنے آپ کو اسے قبول کرنے پر مجبور پارہا تھا۔ اس موقع پر، قبل اس کے کہ وہ حضرت داؤدؑ کی فرمائش پوری کرتا تو م کے دو نیک آدمی حضرت داؤدؑ کی خدمت میں پہنچ گئے اور انہوں نے ایک فرضی مقدمے کی شکل میں یہ معاملہ ان کے سامنے پیش کر دیا،“³⁴۔

³³۔ ایضاً، ج ۷، ص ۲۱۸۔

Ibid7:218

³⁴۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ط ۸، ج ۴، ص ۳۲۸

Maudūdī, Abū-al-'A'la', Tafahīm-ul-Qur'ān, (Lahore Idārah tarjumān-ul-Qur'an, 1998)4:328.

اس سے معلوم ہوا کہ مولانا مودودی کا یہ موقف یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ نے عورت کو طلاق دینے کے لیے کہا۔ اس کی تائید میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے تفسیر ابن جریر کی تفسیر جامع البیان³⁵ سے مسروق اور سعید ابن جبیر دونوں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ حضرت داؤد نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا تھا کہ اس عورت کے شوہر سے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ اپنی بیوی کو میرے لیے چھوڑ دے۔³⁶

مولانا مودودی کے اس موقف سے مولانا سیالوی نے اختلاف کیا اور اس کو غیر معقول قرار دیا۔ مولانا مودودی کا موقف اور ان کے دلائل ملاحظہ کیجیے۔

مولانا ذاکر حسین کا موقف اور ان کے دلائل:

مولانا ذاکر حسین نے مسروق کی اس روایت کو بھی درست قرار نہیں دیا جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ فقط آپؓ نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وہ طلاق دے۔ اس پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ بات نبی اکرم ﷺ سے مروی نہ ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہے اور عقلی طور پر بھی یہ میرے نزدیک غلط ہے کہ کوئی نبی کسی منکوحہ خاتون کے بارے میں اس کے خاوند کو یہ کہے کہ تو اس کو طلاق دے میں نے اس سے شادی کرنی ہے۔ اس اسرائیلی روایت پر نقد کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ اس روایت کی یہ توجیہ بھی ناقابل قبول ہے کہ حضرت داؤدؑ نے شادہ شدہ عورت کے خاوند سے کہی کہ تو اس کو طلاق دے۔ یہ بات عام انسانی اخلاق سے بھی بعید ہے چہ جائیکہ ایک نبی ایسی بات کہے۔ اس لیے اس روایت کی یہ توجیہ بھی غلط ہے۔ مولانا سیالوی کا موقف یہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی بات کو ہمارے مفسرین نے تسلیم کرنے کے بعد اس کی توجیہات کی ہیں۔ یہودی اور عیسائیوں کی روایات میں یہ بات تھی۔ انہیں اس بات پر کوئی اعتراض بھی نہیں تھا لیکن یہ ہمارے عقیدے کے خلاف ہے کیونکہ نبی معصوم ہوتا ہے۔ اب جو تورات میں واقعہ ہے وہ انسانی نکتہ نگاہ سے مقام نبوت کے بالکل خلاف ہے لہذا جتنے مفسرین نے بھی وہ واقعہ یہاں بیان کیا ہے وہ سر سے پاؤں تک غلط ہے۔³⁷

³⁵۔ ابن جریر، محمد، جامع البیان فی تاویل القرآن، ج ۲۱، ص ۱۷۸۔

Ṭibrī, 'Abū Ja'far Muḥammad bin Jarīr: 21: 178

³⁶۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفسیر القرآن، ج ۴، ص ۳۲۹۔

Maudūdī, Abū-al-'A'lā, Tafahīm-ul-Qur'ān, 4: 329

³⁷۔ ذاکر حسین، جمال الایمان فی تفسیر القرآن، ج ۷، ص ۲۱۸، ۲۱۷۔

Dhākir Ḥussain, Jāmāl-ul-'Īmān fī Tafsīr-il-Qur'ān, 7: 218

مولانا سیالوی درنیوں والے واقعہ پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کی صحیح تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ایک مثالی اور فرضی انداز سے باہر سے آنے والوں نے بات کی تھی۔ حقیقت میں ایسا کچھ بھی نہیں تھا“³⁸۔

مولانا ذاکر حسین نے عصمت انبیاء کے مخالف ہونے کی وجہ سے اس موقع پر اسرائیلی روایات کو قبول نہیں کیا۔ مولانا ذاکر حسین کا موقف یہ ہے کہ اس واقعہ کی کوئی اصل ہی نہیں ہے۔ اس سے عصمت انبیاء مجروح ہوتی ہے۔ مولانا ذاکر حسین کا تفہیم القرآن میں مذکور نقطہ نظر سے اختلاف درست ہے کہ ایک نبی کا اپنے امتی سے طلاق کا مطالبہ کر کے خود نکاح کرنا ایک معیوب فعل ہے۔ اس عورت سے نکاح کی کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی۔

مولانا مودودی نے ابن جریر طبری کی تفسیر جامع البیان کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول ذکر کیا کہ حضرت داؤدؑ نے اوریا سے کہا کہ وہ اپنی بیوی کو ان کے لیے طلاق دیدے لیکن اس میں اوریا کے اپنی بیوی سے دستبردار ہونے اور حضرت داؤدؑ کے اس سے نکاح کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے۔

مولانا مودودی کی رائے پر محاکمہ

اگر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کی سند درست بھی ہو تو اس پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں ایک یہ کہ حضرت داؤدؑ کا اوریا کو یہ کہنا نامناسب ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے اور دوسری بات یہ ہے یہ روایت اسرائیلیات میں سے ہے۔ اگر اسرائیلی روایت سے ایک پیغمبر کی عظمت و عصمت مجروح ہوتی ہو تو اس روایت کو چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی روایت میں صرف طلاق کے مطالبہ کا ذکر ہے اور حضرت داؤدؑ کے اوریا کی بیوی سے نکاح یا معاذ اللہ اس سے ناجائز تعلقات کا قطعاً ذکر نہیں ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ واقعہ اسرائیلیات میں سے ہے۔ اس سے حضرت داؤدؑ کی معصومیت مجروح ہوتی ہے۔ مولانا ذاکر حسین کا اس روایت کے اسرائیلیات میں سے ہونے اور عصمت انبیاء کے مجروح ہونے کی وجہ سے اس پر نقد درست ہے۔

نتائج بحث:

۱۔ مولانا ذاکر حسین سیالوی نے جمال الایمان فی تفسیر القرآن میں دیگر مفسرین کی تفاسیر میں پچاس سے زائد مقامات پر کمزور اور قابل اصلاح پہلوؤں کی نشاندہی کی ہے۔ ان میں سے کچھ مقامات پر مولانا ذاکر حسین اپنے نقد و استدراک میں حق پر ہیں اور کچھ مقامات پر ان کے نقد و استدراک میں خطا واقع ہوئی ہے۔

³⁸۔ ایضاً، ج ۷، ص ۲۱۴

- ۲۔ انہوں نے تفاسیر میں انبیاء کی عصمت کو مجروح کرنے والی اسرائیلی اور ضعیف تفسیری روایات کی نشاندہی کی۔
- ۳۔ مولانا ذاکر حسین سیالوی کے تفسیر جمال الایمان میں دیگر تفاسیر پر نقد سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ مولانا سیالوی اپنے فہم قرآن کو حرفِ آخر سمجھتے ہیں۔ ان کے طرزِ تحقیق سے ادعائیت کا پہلو سامنے آتا ہے۔
- ۴۔ مولانا ذاکر حسین سیالوی نے تفسیر جمال الایمان میں بعض مفسرین کی ان عبارات پر بھی نقد کیا ہے جن کا حقیقت میں مفہوم درست ہے لیکن مولانا ذاکر حسین سیالوی نے ان اہل علم کی طرف وہ مفہوم منسوب کر دیا جو ان علماء کا قطعاً مقصود نہیں تھا۔ مولانا سیالوی نے بعض مقامات پر تفسیر میں مفسرین کے تسامحات اور مرجوح اقوال کی نشاندہی میں خود ٹھوکر کھائی ہے۔ وہ نقد و استدراک میں مکمل کامیاب ثابت نہ ہوئے۔
- ۵۔ مولانا ذاکر حسین سیالوی جس عالم اور مفسر کی عبارت پر نقد کرتے ہیں اس کی کتاب کا مکمل نام، جلد اور صفحہ نمبر کا مکمل حوالہ ذکر نہیں کرتے۔ اس سے محققین کو اصل عبارت تلاش کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔

سفارشات:

- ۱۔ مولانا ذاکر حسین سیالوی کے دیگر مفسرین کی تفاسیر پر نقد و استدراک پر ایم فل اور پی ایچ ڈی سطح پر تحقیقی جائزہ لیا جائے تاکہ ان کے نقد و استدراک کے معیاری اور غیر معیاری ہونے سے آگاہی ہو سکے۔
- ۲۔ ان کی تفسیر میں کلامی مباحث اور مسلکی اور فکری مباحث پر نقد و استدراک پر الگ سے تحقیقی کام ہو سکتا ہے۔



This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License